قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

جمعۃ المبارک 22 جنوری 2021ء | 08 جمادی الثانی 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:19

فرمانِ رسول ﷺ

کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرو

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں:

’’اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو اس میں خیر کم اور شر زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔‘‘

(کنزالعمال حدیث نمبر:41496)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

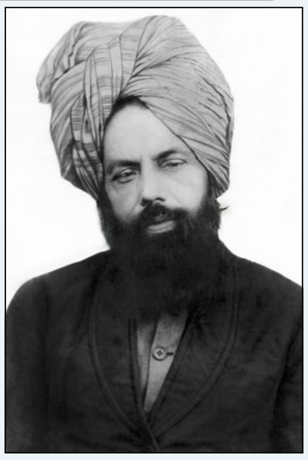

وہ اس کے اور وہ ان کا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے **اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔** دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دورتر و بلندتر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درودیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 حاشیہ صفحہ 79)

ارشادِ باری تعالیٰ

الٓـمّٓ ۔ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ ۚۖۛ فِیۡہِ ۚۛ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ

(البقرہ :2-3)

ترجمہ: أَنَا اللّٰهُ أَعْلَمُ: میں اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ یہ ’’وہ‘‘ کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے متقیوں کو۔

فرمانِ خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آج بھی ترقی کا یہی گر ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ صرف مان لینا کافی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ’’اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 379۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

پھر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے دوبارہ آپ نے فرمایا۔ پہلے بھی مَیں نے یہ اقتباس پڑھا ہے کہ:

’’سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلۡخَیۡرُ کُلُّہٗ فِی الۡقُرۡآن۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔‘‘ یہی بتائے گا کہ تمہارے میں ایمان کیسا تھا؟ تصدیق کرے گا یا جھٹلائے گا۔

فرمایا: ’’اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے‘‘۔ (کوئی کتاب ایسی نہیں جو تمہیں ہدایت دے جب تک قرآن میں سے نہیں گزرو گے۔ جب تک اس میں قرآن کریم کی تعلیمات کا ذکر نہیں ہو گا۔) فرمایا: ’’خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مُضغہ کی طرح ہوتی‘‘۔ (بڑے گندے لوتھڑے کی طرح ہوتی۔) ’’قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔‘‘ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

(خطبہ جمعہ 4 جولائی 2014)

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- ہم جو اِک داستان رکھتے ہیں (منظوم)
- حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ
- تبلیغ کا جنون اور ایمان افروز دلچسپ واقعات

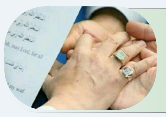

دربارِ خلافت

پاکستان میں تو یہ حالات تقریباً جب سے پاکستان بنا ہے احمدیوں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ احمدیوں نے صبر اور حوصلے سے ان کو برداشت کیا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

ہمیں ان حدیثوں میں مختلف صورتوں میں اور مختلف موقعوں پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ اگر صبر کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا قرب پاؤ گے، میری جنتوں کے وارث ٹھہرو گے۔ لیکن جب دعا کرنے کے طریقے اور سلیقے سکھائے تو یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے صبر مانگو بلکہ فرمایا کہ مجھ سے میرا فضل مانگو اور ہمیشہ ابتلاؤں سے بچنے کی دعا مانگو۔ اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

ترمذی میں روایت ہے حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ! میں تجھ سے تیری نعمت کی انتہا کا طلب گار ہوں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا نعمت کی انتہا سے کیا مراد ہے اس شخص نے جواب دیا میری اس سے مراد ایک دعا ہے جو میں نے کی ہوئی ہے اور جس کے ذریعے میں خیر کا امیدوار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا نعمت کی ایک انتہاء یہ ہے کہ جنت میں داخلہ نصیب ہو جائے اور آگ سے نجات عطا ہو۔ اسی طرح آپؐ نے ایک اور شخص کی دعا سنی جو کہہ رہا تھا یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام تو آپؐ نے فرمایا تمہاری دعا قبول ہوگئی اب مانگ جو مانگنا ہے۔ تو اس طرح اللہ کا واسطہ دے کر مانگا جا رہا ہے۔ اسی طرح آپؐ نے ایک اور شخص کو سنا جو دعا کر رہا تھا۔ اے میرے اللہ! میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں آپؐ نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے ابتلاء مانگا ہے۔ (صبر مانگنے کا مطلب یہی ہے کہ ابتلا مانگا ہے) یعنی کوئی ابتلاء آئے گا تو صبر کرو گے۔ خدا سے عافیت کی دعا کرو۔ (ترمذی کتاب الدعوات)۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر مانگنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگا کرو۔ کبھی اس طرح دعا نہ مانگو کہ مَیں صبر مانگتا ہوں۔ یہ تو بعض ذاتی معاملات کے بارے میں بتایا۔ اب جماعتی ابتلاء ہے، مخالفین کی طرف سے جماعت پر مختلف وقتوں میں آتے رہتے ہیں۔ ان میں بھی ہر احمدی کو ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ ہمیشہ صبر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنی چاہئے، پاکستان میں تو یہ حالات تقریباً جب سے پاکستان بنا ہے احمدیوں کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ احمدیوں نے صبر اور حوصلے سے ان کو برداشت کیا ہے۔ اور کبھی اپنے ملک سے وفا میں کمی نہیں آنے دی، یا اس وجہ سے ایک قدم بھی وفا میں پیچھے نہیں ہٹے۔ اور جب بھی ملک کو ضرورت پڑی۔ سب سے پہلے احمدیوں کی گردنیں کٹیں۔ اور گردن کٹوانے کے لئے سب سے پہلے یہی آگے ہوئے۔ اور آئندہ بھی ملک کو ضرورت پڑے گی تو احمدی ہی صف اول میں شمار ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بقیہ صفحہ 5 پر

آج کی دعا

وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿۸۱﴾ (سورۃ الشعراء:81)

ترجمہ: اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔

یہ قرآنِ کریم میں مذکور حضرت ابراہیمؑ کی بیماری سے حفاظت و تندرستی کی بہت پیاری دعا ہے۔

اس جگہ حضرت ابراہیمؑ کا بت پرستوں سے مکالمہ چل رہا ہے اور آپ بتوں کے بے فائدہ ہونے اور خدا تعالیٰ کی ذات کے کامل ہونے کے ثبوت پیش فرما رہے ہیں۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں یہ پورا مکالمہ یوں مذکور ہے۔

ترجمہ: اور ان پر ابراہیم کی خبر پڑھ۔ جب اس نے اپنے باپ اور اس کی قوم سے کہا تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور ان کی (عبادت کی) خاطر بیٹھے رہتے ہیں۔ اس نے کہا جب تم (انہیں) پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا تمہیں فائدہ پہنچاتے ہیں یا کوئی نقصان پہنچاتے ہیں؟ انہوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو دیکھا کہ وہ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کیا تم نے غور کیا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے ہو؟ (یعنی) تم اور تمہارے پہلے آباؤاجداد۔ پس یقیناً یہ (تمام) میرے دشمن ہیں سوائے ربّ العالمین کے۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔ پس وہی ہے جو میری رہنمائی کرتا ہے۔ اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔ اور جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ جزا سزا کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔ اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔ اور میرے لئے آخرین میں سچ کہنے والی زبان مقدّر کر دے۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا۔ (سورۃ الشعراء:70تا86)

مرسلہ: مریم رحمٰن

ہم جو اِک داستان رکھتے ہیں

سایۂ آسمان رکھتے ہیں
بس اسی کی امان رکھتے ہیں
بخدا کچھ کمی نہیں ہے ہمیں
مالکِ کُل جہان رکھتے ہیں
موت سے جو ڈرا نہیں کرتے
وہ ہتھیلی پہ جان رکھتے ہیں
اک صدی پر محیط ہے اپنی
ہم جو اِک داستان رکھتے ہیں
یہ الگ بات ہے رہیں خاموش
ورنہ ہم بھی زبان رکھتے ہیں
خود خودی خاک میں ملا کر ہم
اپنی اِک آن بان رکھتے ہیں
دل کی ہم بات غیب سے کر کے
غیب کو رازدان رکھتے ہیں
گھوڑے سرحد پہ باندھ کر رکھیں
اور اونچی مچان رکھتے ہیں
ہم مسافر ہیں اگلی منزل کے
پختہ عزمِ اڑان رکھتے ہیں
ہم ہی ٹھہریں گے بامراد کہ ہم
منزلوں پر دھیان رکھتے ہیں
زعم لے ڈوبا ان کو کثرت کا
ہم دلِ اطمنان رکھتے ہیں
ہم غریبوں کی زندگی ہے الگ
ہم فقیری میں شان رکھتے ہیں
پیر و مرشد کی ہم دعاؤں کو
اپنے بچوں پہ تان رکھتے ہیں
یہ انہی کی ہی شانِ شاہی ہے
ہم حقیروں کا مان رکھتے ہیں
دنیا دیکھی مگر بہت دل میں
چاہتِ قادیان رکھتے ہیں
یہ زمانہ ہے اب انہی کا ظفرؔ
جو امامِ زمان رکھتے ہیں

(مبارک احمد ظفر)

15 فروری 2019ء الفضل انٹرنیشنل

ابو فاضل

حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ

ولادت باسعادت

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ 9 نومبر 1886ء کو حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے گھر کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم نے آپ کا اسم گرامی اپنی ڈائری میں ’’عبدالعزیز یعنی عبداللہ ‘‘تحریر فرمایا۔

قبول احمدیت ،شرف صحابیت 313 میں شمولیت

اواخر 1889ء میں جب آپ کے والد محترم حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ نے بیعت کی اس وقت آپ کی عمر دو سال ساڑھے چار ماہ تھی۔اس لیے آپ کے والد محترم کی بیعت کے ساتھ ہی آپ کی بیعت بھی ہوگئی۔

آپ کو اور آپ کے برادر اکبر حضرت قاضی عبد الرحیم صاحبؓ کو اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہی 313 صحابہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوگیا چنانچہ آپ کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں یوں درج ہیں:

’’281۔ قاضی عبد اللہ صاحب کوٹ قاضی‘‘

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم،ر۔خ جلد 11 صفحہ 328)

تعلیم

حضرت قاضی صاحب کے بھتیجے مکرم قاضی عبد السلام صاحب بھٹی بیان کرتے ہیں کہ

’’دادا جانؓ کی خود نوشت ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انھیں (قاضی صاحب کو) جنوری 1901ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں داخل کروادیا۔1903ء میں بٹالہ میں جاکر مڈل کا امتحان دیا۔اس حساب سے انھوں نے 1905ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا ہوگا۔بی۔اے علیگڑھ سے کیا تھا اور بی ٹی بعد میں غالباً لاہور کے ٹریننگ سنٹرل کالج سے کیا تھا۔‘‘

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 28)

مکرم ومحترم مولوی محمد دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ

’’آپ نے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کیا۔میٹرک کے بعد جے۔اے۔وی (J.A.V) کلاس لاہور کے ٹریننگ کالج سے پاس کیا۔ایف۔اے اور بی۔اے پرائیویٹ کیا اور بی ٹی لاہور کے ٹریننگ کالج سے کی۔‘‘

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 28)

شادیاں

حضرت قاضی صاحب نے دو شادیاں کیں۔مکرم قاضی عبد السلام صاحب تحریر کرتے ہیں:

’’حضرت قاضی صاحب کی پہلی شادی مکرم سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلویؓ کی بیٹی سے ہوئی۔یہ بھی مہاجر صحابی تھے۔ہماری ان چچی جان کا نام کلثوم تھا۔یہ بھی صحابیہ تھیں۔نکاح اوّل حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے پڑھا تھا۔ان سے لمبا عرصہ اولاد نہیں ہوئی۔اس لئے دوسری شادی شاید 1925ء کے قریب کی۔ ان کا نام رشیدہ بیگم صاحبہ ہے۔۔۔ان کے والد محترم کا نام کیپٹن ڈاکٹر عطا محمد صاحب تھا۔یہ پہلی جنگ عظیم میں انگلستان گئے تو وہاں احمدیہ مشن کا نام سن کر حضرت چچا جان کو ملے اور انکی نیکی اور حسن خلق کو دیکھا پھر جب حضرت چچا جان سے انکی صاحب زادی کے نکاح کی تجویز زیر غور تھی تو وہ حضرت چچا جان کو دیکھنے کے لیے قادیان آئے اور دیکھتے ہی کہا کہ یہ تو وہی ہیں جنکو میں لندن میں پہلے سے دیکھ چکا ہوں۔مجھے کوئی اعتراض نہیں اور فوراً رشتہ دینے پر تیار ہو گئے۔‘‘

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 29)

بیماری اور وفات

حضرت قاضی صاحبؓ وفات سے چند روز قبل گھر کے صحن میں گر گئے جس کی وجہ سے کولہے کی ہڈی فریکچر ہوگئی اور یہی حادثہ جانکاہ آپکی وفات کا سبب بنا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

آپ کی وفات کے بارہ میں آپ کے داماد عبد اللطیف خان صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

’’آخری ایاّم میں میں حضور اقدس ایدّہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ ایبٹ آباد میں تھا۔ایک دن میں نے بہت منذر خواب دیکھا۔صبح کو صدقہ بھی دیا۔اور ادھر اتفاق سے دوسرے ہی دن ایبٹ آباد سے واپسی کا پروگرام بن گیا۔جب ربوہ پہنچا تو قاضی صاحب کو ملنے گیا۔طبیعت خدا کے فضل سے اچھی تھی۔قریباً ایک ہفتہ کے بعد 18 ستمبر کو قاضی صاحب رات کے وقت کسی کام کے لیے اٹھے کہ صحن میں پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے اور آپکی کولہے کی ہڈی کا فریکچر ہو گیا۔‘‘

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 37)

الفضل میں بھی اس حادثہ کی اطلاع یوں شائع ہوئی:

’’حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب (جو کہ 313 اصحاب مسیح موعود علیہ السلام کے آخری بزرگ ہیں) کو 18 ستمبر کو چوٹ آگئی ہے جس کی وجہ سے کولہے کی ہڈی میں فریکچر ہوگیا ہے۔‘‘

(الفضل 27 ستمبر 1972ء)

مکرم عبد اللطیف خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ

’’چنانچہ ڈاکٹر مرزا منور احمد اور مکرم قریشی عبد اللطیف صاحب نے مشورہ کے بعد پلاسٹر اور لوہے کا رنگ چڑھادیا مگر ایک دو دن میں کمزوری بہت ہوگئی اور پلاسٹر اتار دیا گیا لیکن کمزوری آہستہ آہستہ بڑھتی گئی بالآخر ہڈی کی اس ضرب کے دسویں روز 27 ستمبر 1972ء کو مالک حقیقی سے جا ملے۔‘‘ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

ہم زیست کی راہوں میں دیئے غم کے جلائے
بیتے ہوئے لمحوں کے نشان دیکھ رہے ہیں

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 38)

تبلیغی واقعات

مہاراج قاضی محمد عبداللہ:

ایک مبلغ کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنا تشخص،عزت اور وقار قائم رکھے کیونکہ ان امور سے دلوں پر ایک رعب اور اثر پیدا ہوتا ہے۔حضرت قاضی صاحب بھی اپنے وقار کا بہت خیال رکھتے تھے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جبکہ آپ بوجہ علالتِ طبع ہسٹنگز تشریف لے گئے تھے تا کہ تبدیلی آب و ہوا کے ذریعہ صحت اور آرام میسر ہو۔

مبلغ انگلستان حضرت مولوی عبد الرحیم نیر صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

’’اخویم قاضی عبد اللہ صاحب ہسٹنگز میں عزت کے ساتھ دیکھے جاتے اور اکثر شرفاء ان کو اپنے گھروں میں بلاتے ہیں۔پھر وہاں ان سے اسلام کی نسبت سننے کی خواہش کرتے ہیں۔وہاں کے ایک جلسہ میں وہ مدعو تھے دروازہ پر اندر جانے والوں کے نام لکھے جارہے تھے جب قاضی صاحب کی باری آئی تو دربان صاحب نے آپ کے عمامہ کو دیکھ کر تختی پر خوب سنوار کر لکھا:

’’مہاراج قاضی عبد اللہ‘‘

یہاں ہر مردوعورت قاضی عبداللہ صاحب کے اوصاف حسنہ کا مداح ہے۔‘‘

(الفضل 14 اکتوبر 1919ء صفحہ 8)

دعوت الی اللہ کا عمدہ طریق

حضرت قاضی صاحب کےعمدہ طریق کار اور خوشکن نتائج پر الفضل میں تبصرہ شائع ہوا کہ

’’اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی عبد اللہ صاحب مشنریان اسلام کی تقریر و تحریر میں عجیب تاثیر مرحمت فرمائی ہے ہر ہفتہ میں کوئی نہ کوئی انگریز جینٹلمین یا لیڈی ان کے مقدس

کلمات سے اثر یافتہ ہو کر مذہب صلیب سے توبہ کر کے واحد خدا کے پرستار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہونے والے ہو جاتے ہیں۔‘‘

(الفضل 28 ستمبر 1918ء صفحہ 1)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے تحت انگلستان میں جن مبلغین کو بھجوایا گیا ان سب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پورے اخلاص اور دیانتداری سے اپنے فرائض کی بجا آوری کی۔ دعوت الی اللہ کے لیے ہر اعلیٰ ذریعہ استعمال کیا۔ زبانی وتحریری طور پر نیز خطوط لکھے اور تقاریر و لیکچرز دیئے۔ ان تمام ذرائع میں سے سب سے مؤثر ذریعہ لیکچرز کا تھا جو کسی نہ کسی مقام پر ہر ہفتہ حضرت قاضی صاحب دیا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں قاضی صاحب کے لیکچرز دل پر اثر کرنے والے دلائل و براہین سے پُر ہوتے اور اسلام کی حقانیت کو نہایت لطیف اور مؤثر طریق سے لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے تھے انکی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

ایک معزز کا مع اپنی لیڈی کے آپؓ کے دلائل سے متفق ہونا

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ فرماتے ہیں کہ

’’لیکچر ہال سٹار اسٹریٹ لندن میں قاضی عبد اللہ صاحب کا لیکچر اس ہفتہ کا سن کر ایک معزز صاحب اور ان کی لیڈی نے جو آگے بھی قاضی صاحب سے ہائیڈ پارک میں گفتگو کر چکے تھے، سامعین کے روبرو صاف اقرار کیا کہ یہ سب مدلّل اور درست ہے۔ ہمیں اسکے ساتھ اتفاق ہے۔‘‘

(الفضل 21 جون 1919ء صفحہ 2)

تائید اسلام پر لیکچر

ایک اور موقع پر مفتی صاحب نے تحریر فرمایا:

’’16 ستمبر کو قاضی عبد اللہ صاحب بی اے نے تائید اسلام میں ایک پر زور لیکچر دیا جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ انگریز مردوں اور عورتوں کا خاصا مجمع تھا۔ بعد لیکچر سوال و جواب کی عام اجازت دی گئی اور بہت دلچسپ مباحثہ ہوا۔ دعا کے ساتھ جلسہ ختم ہوا اور حاضرین اسلام کے متعلق اچھا اثر لے گئے۔‘‘ (الفضل 20 اکتوبر 1917ء صفحہ 1)

ہندی اور عرب اور انگریزوں کا سلسلہ حقہ میں داخل ہونا

حضرت قاضی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

’’نیو کاسل والا لیکچر جو 14/7 (یعنی 14 جولائی) تھا۔ خصوصیت سے نہایت کامیاب ہوا۔ ایک لیڈی نے اسلام قبول کیا۔ آمنہ نام رکھا گیا اور تین جینٹل مینوں نے تصدیق فارم پر دستخط ثبت کئے۔ اس کے بعد ساؤتھ شیلڈ، نارتھ شیلڈ اور ہیگس وڈ میں بھی لیکچر ہوئے۔ اول الذکر مقام میں تین ہندی اور ایک عرب سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے اور ایک لیڈی نے اعلان اسلام کیا۔‘‘ الحمد للہ

(الفضل 9 نومبر 1918ء صفحہ 2)

’’الفضل‘‘ کا قاضی صاحب کی مساعی پر تبصرہ

جماعت احمدیہ کا موقر جریدہ الفضل قاضی صاحب کی مساعی جمیلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:

’’حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور قاضی عبد اللہ صاحب کے پر زور لیکچروں کا سلسلہ لندن اور شمالی انگلستان میں برابر جاری رہا وہ دن قریب ہے کہ انشاء اللہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے۔‘‘

(الفضل 29 اکتوبر 1918ء صفحہ 4)

حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ چار سال سے زائد عرصہ انگلستان میں رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ نے جس جانفشانی اور ہمت و جرأت کے ساتھ کام کیا وہ قابل تحسین ہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ نے تقاریر، خط وکتابت، مباحثات، ملاقات اور ہر ممکن طریق سے انگلستان میں اسلام اور احمدیت کا بیج بو دیا۔ آپ نے اپنے مشن کو جس عمدہ طریق سے چلایا اور اس کے جو قابل قدر نتائج نکلے اسکی کچھ تفصیل درج ذیل تحریر کی جاتی ہے۔

انگریزوں کا تصدیق نبوت رسول کریمؐ

حضرت قاضی صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

’’محبّان اسلام یہ خبر سن کر خوش ہوں گے کہ اس ہفتہ میں ایک مکان کے پانچ اشخاص نے جس کے ساتھ سلسلہ گفتگو، ملاقات اور خط وکتابت ہے۔ حضرت مکرم مفتی صاحب کے وعظ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی‘‘

ایسا ہی ایک اور معزز لیڈی مسز کریز نے میرے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد تصدیق نبوت رسول پاک محمد مصطفیٰؐ کی تحریر مجھے دی۔

خاکسار قاضی عبد اللہ بی اے علیگ‘‘

(الفضل 29 ستمبر 1917ء صفحہ 8)

لیڈی مرے پر ابستین کا احمدی ہونا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

’’ایک معزز انگلش لیڈی مرے پر ابستین کی برادرم قاضی عبد اللہ صاحب کے ساتھ عرصۂ دراز سے ملاقات تھی اور اکثر سلسلہ گفتگو و خط وکتابت جاری رہتا تھا۔ چند بار میری بھی اس کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ آخر قاضی صاحب کی پُر زور تبلیغ نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا اور اس نے نبوت حضرت سید الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصداقت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا کر بہ طیب خاطر تحریر دی۔‘‘

(الفضل 2 اکتوبر 1917ء صفحہ 12)

انگلستان میں 4 نئے احمدی

28 نومبر 1915ء کے خط میں قاضی صاحب نے انگلستان میں 4 نئے احمدی ہونے والوں کی خوشخبری دی۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں:

1۔ مسز حمیدہ لسٹرڈ صاحبہ 2۔ جے لسٹرڈ صاحب

3۔ ایس بشیر کوریو صاحب 4۔ مسز وایولٹ میری کراکسفورڈ

(مقالہ سیرت حضرت قاضی عبد اللہ صاحبؓ صفحہ 84)

اشاعت لٹریچر

حضرت قاضی صاحب نے نہ صرف لیکچرز، خطوط اور مباحثات کے ذریعہ تبلیغ کا کام کیا بلکہ اسلام اور احمدیت کے تعارف کے لیے لٹریچر بھی شائع فرماتے تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

’’ایک نیا رسالہ کہ سلسلہ احمدیہ کیا ہے اور اس کا کیا مدعا ہے میں نے لکھ کر تیار کیا ہے حضرت مفتی صاحب کے آنے پر پریس بھیج دیا جائے گا۔ ایسے رسالہ کی بڑی ضرورت ہے۔‘‘

(الفضل 24 نومبر 1917ء)

یہاں حضرت قاضی کی ایک عظیم الشان خوبی کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کوئی بھی کام اپنے امیر کی اجازت کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ آپ نے رسالہ لکھ تو لیا لیکن اپنے امیر حضرت مفتی صاحب کی اجازت کے بغیر اسے شائع کرنے کی جرأت نہ کی۔ غرض آپ کا ہر چھوٹی بڑی بات میں عملی نمونہ اتنا اعلیٰ تھا کہ حضرت مفتی صاحبؓ نے بھی آپ کے عملی نمونہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

’’لنڈن کی معزز سوسائٹی میں نشست و برخاست کے متعلق چند ہدایات برادرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب احمدی بیرسٹر نے مجھے دی تھیں وہ یہاں بہت ہی مفید اور کارآمد ثابت ہوئیں۔ ایسا ہی مکرمی ڈاکٹر عباد اللہ صاحب اور مکرم چوہدری فتح محمد صاحب نے کچھ باتیں بتائی تھیں ان سے بھی میں نے فائدہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ لیکن یہاں عملی طور پر دن رات جو کچھ برادرم قاضی عبد اللہ صاحب نے مجھے بتلایا اور خود کر کے دکھایا اسکے واسطے ان کا

خصوصیت سے مشکور ہوں۔‘‘

(الفضل 20 اکتوبر 1917ء)

یہ حقیقت ہے کہ جب تک ایک انسان کا قول وفعل آپس میں مطابقت نہ رکھتے ہوں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ تقریر وتحریر کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا عملی نمونہ کرتا ہے۔ غرض حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب قال اللہ اور قال الرسولؐ پر پورا عمل کرتے تھے اور کسی بات کی تلقین کرنے سے قبل خود اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنی صداقت کا معیار بھی اپنا عملی نمونہ ٹھہرایا۔ جیسا قرآن کریم میں ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:17)

یعنی میں تم لوگوں میں ایک لمبا عرصہ رہا ہوں پھر بھی نہیں سمجھتے اور تم نے میری ساری زندگی کا مشاہدہ کیا ہے اور میری صداقت اور امانت کی تم خود گواہی دیتے ہو۔

غرض ایک مبلغ کے لیے بھی جو اشاعت دین کے لیے اپنی زندگی وقف کرتا ہے یہ ضروری ہے کہ خود آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو ورنہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور نہ دین اسلام کی خدمت کرسکتا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؓ کی داد

حضرت مفتی صاحب جب بغرض تبلیغ امریکہ تشریف لے گئے تو ایک موقع پر قاضی صاحب کی مخلصانہ کوششوں کی داد دیتے ہوئے فرمایا:

’’اب جب میں لنڈن کی سہ سالہ زندگی کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایام بہت آرام اور راحت سے گزرے اس راحت کے عطا کرنے میں بہت سارا حصہ ایک نیک، محنتی رفیق کی قابل قدر کاوشوں کا بھی ہے۔۔۔‘‘

(الفضل 20 اکتوبر 1917ء)

خلیفۃ المسیح کی خدمت میں خط

حضرت قاضی صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں خط ارسال کیا کرتے تھے اس میں بھی بعض تبلیغی مساعی کا ذکر کردیا کرتے تھے۔ اور بعض واقعات بھی ان میں درج ہوتے تھے۔ ایسا ہی ایک خط جو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں ارسال کیا، اس خط میں حضرت قاضی صاحب نے ایک یہودی الاصل مسیحی واعظ کے ایک خواب کی بناء پر احمدی ہونے کی درج ذیل خبر دی اور یہ الفضل میں ’’نہایت ہی اچھی خبر‘‘ کے عنوان سے شائع ہوا:

سیدی حضرت خلیفۃ المسیح ایدک اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کئی ہفتوں سے سوائے اپنی بیماری کے حال کے حضور کی خدمت میں کچھ نہیں عرض کرسکا۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے اس قابل ہوا ہوں کہ حضور کو ایک نہایت اچھی خبر لکھوں۔

تین سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ ایک صاحب بنام میتھ سے ہائیڈ پارک میں ملاقات ہوئی۔ یہ دراصل یہودی مذہب کے تھے مگر مسیحیت قبول کرکے اس کا وعظ اکثر ہائیڈ پارک میں نہایت درد بھرے الفاظ میں کیا کرتے تھے۔ ان میں صداقت کی ایک تڑپ محسوس ہوتی تھی۔ عام مسیحی واعظین کی طرح نہیں تھے۔ اس واسطے میں نے اس سے رابطۂ اتحاد بڑھایا۔۔۔ یہ ایک عالم شخص ہیں خاص کر زبانِ عبرانی میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور سچائی کی وجہ سے دبنے والے نہیں تھے۔ اس واسطے مسیحیت کا برملا اظہار کرکے تحقیق حق کے واسطے سرگرداں رہے۔ کئی دفعہ ہمارے لیکچروں میں بھی آیا اور حضرت نبی کریمؐ اور احمد مرسل من اللہ کی مسیحیت پر بحثیں ہوتی رہیں۔ آخر ایک خواب کی بناء پر روح القدس کی خاص امداد سے اس قدر متاثر ہوکر اور صاف قلب ہوکے کل سہ پہر کو بطیب خاطر سلسلۂ عالیہ میں داخل ہوکر حضورؓ کی بیعت بذریعہ خط کرتے ہیں۔ الحمد اللہ ثم الحمد للہ۔۔۔

خواب میں دیکھا کہ وہ ایک چٹان پر ہیں اور ادھر سے ایک رسا لٹکا ہوا ہے۔ جس کے پکڑنے کے واسطے ایک صاحب کوئی عمامہ والے سفید لباس لمبا ہاتھ بڑھا کر اشارہ کررہے ہیں۔ میں نے ان کو تفسیر ’’واعتصموا بحبل اللہ‘‘ سنائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حلیہ بیان کیا۔ دکھایا جس پر اس نے بعض مختلف features کا بیان پیش کیا اور پھر میں نے حضور کا فوٹو دکھایا تو اس نے پہچان لیا اور کہا کہ صرف لباس کا فرق ہے۔ سفید لباس تھا۔ شکل وہی ہے۔ میں نے کہا کہ سفید لباس تقویٰ اور طہارت پر دال ہے۔ اس پر اس نے بہت ساری دعا کرنے کے بعد بشرح صدر اقرارِ بیعت کیا اور دعا ’’ربّ انی ظلمت نفسی‘‘ تین دفعہ پڑھ کر اپنا نام ثبت کردیا الحمد للہ۔‘‘

(الفضل 6 نومبر 1919ء صفحہ 1 اور 2)

انگلستان سے مراجعت

حضرت قاضی عبد اللہ صاحب چار سال سے زائد عرصہ تک انگلستان میں تبلیغ واشاعت کے اہم فرائض کو بخیر وخوبی ادا کرنے کے بعد 28 نومبر 1919ء بروز جمعہ قادیان واپس تشریف لے آئے اور بجائے گھر جانے کے سیدھے مسجد تشریف لے گئے جہاں اس وقت حضور خلیفۃ المسیح الثانیؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔

دور دراز علاقے سے واپس آنا اور بجائے عزیزوں سے ملاقات کرنے یا گھر جانے کے مسجد تشریف لے جانا قابل تحسین عمل ہے جو مسیح الزمان کی پاک صحبت کا اثر تھا جس کے نتیجہ میں آپ دنیا کی لذات کو بالکل ترک کرچکے تھے اور آپ کا مطمح نظر محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خدمت دین تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب کو غریق رحمت کرے۔ آمین

بقیہ: دربار خلافت …… از صفحہ 2

اسی طرح آج کل بنگلہ دیش میں بھی احمدیوں کے خلاف کوئی نہ کوئی فتنہ وفساد اٹھتا رہتا ہے۔ چند سال پہلے مسجد میں بم پھٹا وہاں بھی چند احمدی شہید ہوئے اور گزشتہ سال بھی مخلص احمدی شاہ عالم صاحب کو شہید کیا گیا۔ تو ایک مستقل تلوار یہاں بھی احمدیوں پر لٹکی ہوئی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے حوصلے اور صبر سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر بھی اپنا فضل فرمائے۔ جتنا چاہیں یہ ہم پر ظلم کرلیں اور جہاں جہاں بھی اور جس جس ملک میں ظلم کرنا چاہتے ہیں کرلیں لیکن احمدی ہر جگہ اپنے ملک کے ہمیشہ وفادار ہی ہوں گے۔ اور جتنا دعویٰ کرنے والے یہ مخالفین ہیں اپنی وفاؤں کے ان سے زیادہ وفادار ہوں گے۔ اور الٰہی جماعتوں سے دشمنی اور مخالفت کا سلوک ہمیشہ رہا ہے۔ سب سے زیادہ تو ہمارے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سلوک ہوا اور آپؐ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا، طائف کا واقعہ اس کی یاد دلاتا ہے کس طرح پتھر برسائے گئے لیکن آپؐ کا سلوک اس کے بعد کیا تھا۔

ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ مجھے عروہؓ نے بتایا کہ انہیں ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ پر جنگ احد سے سخت دن بھی کبھی آیا ہے۔ اس پر آنحضورؐ نے فرمایا مجھے تیری قوم سے بڑے مصائب پہنچے ہیں اور عقبہ والے دن مجھے سب سے زیادہ تکلیف پہنچی تھی۔ جب میں نے اپنا دعویٰ عبد یالیل بن کلال کے سامنے پیش کیا تو اس نے میری خواہش کے مطابق مجھے جواب نہ دیا اور لڑکوں کو میرے پیچھے لگا دیا پھر میں غمزدہ چہرے کے ساتھ قرن الثعالب نامی مقام تک آیا میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ میرے اوپر ایک بادل سایہ فگن ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرئیل تھے۔ اس نے مجھے پکارا اور کہا اللہ تعالیٰ نے تیری قوم کے تیرے بارے میں تبصرے اور جواب سن لئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ تو ان کے بارے میں اسے جو چاہے حکم دے۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا، مجھے سلام کہا پھر کہا اے محمد! آپ کو ان کے بارے میں اختیار ہے آپ چاہتے ہیں کہ میں ان پر یہ دونوں پہاڑ گرادوں؟ تو میں ایسا کرنے پر تیار ہوں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں ان کو تباہ کرنا پسند نہیں کرتا بلکہ میں تو یہ اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں میں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو بھی شریک قرار نہ دیں۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ صلوات اللہ علیہم) ہمیں بھی انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

(خطبہ جمعہ 13 فروری 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مرسلہ: امتہ الباری ناصر۔ امریکہ

تبلیغ کا جنون اور ایمان افروز دلچسپ واقعات

(قسط اول)

مکرم میاں عبدالرحیم صاحب دیانت درویش قادیان احمدیت کے فدائی تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے پُرولولہ خطبات اور خطابات نے دعوت الی اللہ کا سرگرم جوش وجذبہ پیدا کر دیا تھا۔ آپ کے بڑے بھائی حضرت ابوالبشارت عبدالغفور صاحبؓ اور چھوٹے بھائی مکرم صالح محمد صاحب سلسلہ کے مبلغ تھے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے مگر لگن تبلیغ کی رہتی۔ کام کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے مواقع نکال لیتے۔ بے خوف اور بے دھڑک دعوت الی اللہ کرتے۔ ہر سال میں ایک ماہ وقف عارضی کرتے اور اپنے خرچ پر تبلیغ کے لئے نکل جاتے۔ کاروبار کے عروج کے زمانہ میں بھی کبھی کوئی سال ایسا نہ گزرا کہ ایک ماہ وقف عارضی کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔ دکانداری میں طلب ورسد کے سلسلوں کو ایک مہینے کے لئے موقوف کرنا بڑا مشکل کام تھا جس میں کئی قسم کی قربانیاں شامل تھیں مگر اللہ پاک نے آپ کو حوصلہ دیا اور اجر تو وہ بے حساب عطا فرماتا ہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں کی کتاب میں دوران تبلیغ پیش آنے والے کچھ واقعات لکھے ہیں اور کچھ آپ کے خطوط میں ملتے ہیں۔ ہم انہیں دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا حصہ تقسیم برصغیر سے پہلے کے واقعات اور دوسرا حصہ زمانہ درویشی کے واقعات پر مشتمل ہے۔

نُصِرْتُ بالرُّعْبِ

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے علاقہ بیٹ Bait (یہ قادیان کا نواحی علاقہ ہے) کو دعوت الی اللہ کے لئے منتخب کیا۔ کئی احباب کو ایک ایک مہینہ کے لیے اپنے خرچ پر وقف کر کے باری باری اس علاقے کے کسی گاؤں میں جانے کی توفیق ملی۔ خاکسار کو بھی دعوت الی اللہ کا شوق تھا اور ہر تحریک میں حصہ لیتا تھا۔ دو دوست مکرم محمد حسین جہلمی صاحب ٹیلر ماسٹر اور مکرم مرزا عبداللطیف صاحب (جو اب میرے ساتھ درویش قادیان ہیں) بھی ساتھ ہو لئے۔ ہم سے پہلے اس گاؤں میں جو گروپ تبلیغ کے لئے آیا تھا اُس میں میرے والد صاحب مکرم میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے اور ایک فوجی دوست تھے۔ گاؤں والوں نے شدید تعصب کی بناء پر اُن کی بات نہ سُنی تھی اور اُنہیں گاؤں سے نکال دیا تھا۔ جب ہم پہنچے تو اُنہوں نے ہمیں بھی اپنی دُشمنی کا نشانہ بنانا چاہا۔ ہم بڑی تیاری سے گئے ہوئے تھے۔ رہائش کے لئے کمرہ کرایہ پر لے لیا تھا۔ کھانا پکانے کے لئے اسٹوو اور روشنی کے لئے گیس لیمپ تھا۔ گیس کی روشنی گاؤں والوں کو بہت متوجہ کرتی۔ کافی لوگ جمع ہو جاتے۔ ہم اُنہیں کھانا کھلاتے اور پیغام حق دیتے۔ پورا علاقہ رام ہونے لگا۔ غیر احمدیوں کو عجیب بات سوجھی اور ہمیں کبڈی کا چیلنج دے دیا۔ اور کہا کہ جو جیت جائے گا اُسے سچا سمجھا جائے گا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور لنگوٹ کس کر آ گئے۔ مگر اُن پر ایسا رُعب پڑا کہ خود ہی کھیلنے سے دستبردار ہو گئے کہ قادیان والے کبڈی میں بڑے ماہر ہیں۔ اس کے بعد ہم مہینہ بھر ٹھہرے۔ بحث مباحثہ ہوتا رہا مگر ہمارا رعب قائم رہا۔

اینٹ پتھر کھانے کی سعادت

اسی طرح کا ایک ٹرپ ویرووال کے قریب سکنہ نَو گاؤں میں ہوا۔ اس میں بھی تین آدمی تھے۔ ایک مکرم مرزا عبداللطیف صاحب، مکرم دوسرے علم الدین صاحب سائیکل والے اور تیسرا خاکسار۔ گاؤں میں ہر طرف تبلیغ کی۔ظہر کا وقت ہوا تو مسجد کی طرف چلے کہ کچھ لوگ وہاں مل جائیں گے اور بات چیت کا موقع ملے گا۔ وہاں پہنچ کر وضو کرنے لگے۔ ابھی آدھا وضو ہی کیا تھا کہ اُنہوں نے شدید گالی گلوچ اور زدوکوب شروع کیا حتیٰ کہ مسجد سے نکال دیا اور بچوں کو پیچھے لگا دیا کہ اینٹ پتھر مارتے جائیں اور گاؤں سے باہر نکال کر آئیں۔ ہم بہت خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مار کھانے کی سعادت ملی۔

اب اللہ تعالیٰ کی مدد دیکھئے۔ راستے میں ویرووال کے احمدی دوست مکرم مہراللہ دِتہ صاحب ملے۔ اکٹھے چلتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تھانیدار نے بُلایا تھا۔ ذرا پوچھتے جاتے ہیں کہ کیا کام ہے؟ جب ہم وہاں پہنچے تو تھانیدار صاحب جو ہندو تھے پوچھنے لگے کہ بھائیو! کہاں سے آئے ہو؟ کس کام سے آئے ہو؟ ہم نے بتایا کہ قادیان سے آئے ہیں اور تبلیغ کرتے ہیں۔ وہاں ایک مشہور معاند مولوی عبداللہ صاحب بھی بیٹھے تھے۔ تھانے دار صاحب نے پوچھا:

تم کیا تبلیغ کرتے ہو؟

ہم نے بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور جس مسیح کو اس زمانے میں آنا تھا وہ آ چکے ہیں اور وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہیں۔

ہندو تھانیدار نے مولوی عبداللہ صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ مولوی صاحب! یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ مولوی صاحب کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ کوئی جواب ہی نہ بَن پڑا۔ ہمیں خوب موقع ملا اور تفصیل سے اپنے عقائد بتائے۔مولوی صاحب خاموش رہے اور تھانیدار صاحب ہنستے رہے۔

بظاہر حقیر چیز حمد وشکر کا سامان بن گئی

ایک اور تبلیغی ٹرپ کا دلچسپ واقعہ یوں ہے کہ علاقہ مکیریاں کے قول پور چھنیاں میں ایک ماہ کے لئے وقف کیا۔ ایک احمدی بھائی نے ایک کمرہ ہمیں دے دیا۔ ہم دن بھر پھرتے پھراتے رہتے۔ دعوت الی اللہ کرتے اور رات کو کھانا پکا لیتے۔ آرام کرتے اور پھر صبح وہی معمول رہتا۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ دور نکل گئے۔ واپسی میں دیر ہو گئی اور بارش بھی ہو گئی۔ کھانا پکانے کے لئے جو لکڑی اور اُپلے (پاتھیاں) تھے وہ بھی کوئی اُٹھا کر لے گیا۔ پانی بھرنے گئے تو گاؤں کے واحد کنوئیں سے سب پانی بھرنے کے بعد لج (رَسی معہ ڈول) اُتار کر لے جا چکے تھے۔ ہم اپنا سامنہ لے کر واپس آ گئے۔ آخر ایک لوٹا پانی جو کمرے میں تھا اُس سے دال چاول دھو کر اور ایک اُپلہ جو باقی رہا تھا، جلا کر کھچڑی چڑھا دی اور دل میں دعا کی کہ بغیر مادے کے سب کچھ پیدا کرنے والے میرے ربّ! ہماری مدد کو آ۔ ابھی اپنے رب سے بات کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر ماشکی (سقّہ) آیا۔ گاؤں والوں کو بُرا بھلا کہا اور کہا کہ جب تک آپ ادھر ہیں میں خود پانی پہنچاؤں گا۔ لطف کی بات یہ تھی کہ یہی ماشکی پہلے ہمیں پانی دینے سے انکار کر چکا تھا۔ اب سنیئے آگ کی ضرورت ربِ کریم نے کیسے پوری کی۔ ایک بچی ایک ڈھکنے پر بڑا سا اُپلا رکھ کر لائی اور کہا میری ماں کہتی ہے کہ تھوڑی سی آگ دے دیں۔ میں حیران ہوا کہ یہ تو پہلا مادہ ہی مانگنے آ گئی۔ اِتنے میں اُس کے باپ نے دور سے آواز دی کہ مولوی صاحب! اس کو آگ نہ دینا۔ دیا سلائی دے دینا ورنہ راستے میں کپڑے جلا لے گی۔ اُپلا بھی وہیں رکھ لیں۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اُپلا چولہے میں رکھا۔تھوڑی دیر میں کھچڑی تیار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھائی۔ کبھی بظاہر حقیر چیز بھی حقیقی حمد وشکر کا سامان بن جاتی ہے۔

ہمارے دلائل کا سامنا نہ کر سکا

اسی دورے میں ایک دن ہم داتاپور پہاڑ پر دعوت الی اللہ کے لئے نکل گئے۔قریباً دس میل کا فاصلہ تھا۔ رات ہوئی تو اس قدر تھک گئے تھے کہ واپس آنا محال تھا۔ ہندو آبادی زیادہ تھی۔ نہ کسی نے رہنے کو جگہ دی اور نہ کھانا پکانے کو برتن ملے۔ ایک مسلمان کا گھر ملا تو اُس نے بھی سختی سے بات کی اور شہر سے دور ایک امام باڑے کا پتہ بتایا جہاں کوئی انتظام نہ تھا۔ گندا فرش تھا کیڑے مکوڑے خصوصاً بچھو بہت زیادہ تھے۔ ہم واپس شہر آ گئے تو خدا کی شان کہ ایک لڑکا کنوئیں پر کھڑا ملا۔ ہم نے کہا کہ بھائی کوئی برتن دو ہم کھانا پکا کر کھا لیں؟ اُس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ ہم نے بتایا کہ قادیان سے۔ اُس کی قادیان میں دور کی رشتہ داری تھی۔ ہم نے سب کے نام بتائے تو وہ خوش ہوا اور ایک برتن لا کر دے دیا۔ ہم ہندو سرائے میں ٹھہرے۔نمکین چاول پکائے۔خود کھائے اور وہاں کچھ پٹھان قینچی چھری تیز کرنے والے بیٹھے تھے اُنہیں کھلائے۔سرائے میں دو ہی چارپائیاں تھیں۔ اُن پر چادریں بچھا کر قبضہ کیا۔ پٹھان نیچے سوئے تو اُنہیں بچھو کاٹ گیا۔ ہم نے دم کیا جس سے اچھا اثر ہوا اور وہ ہم سے گھل مِل گئے۔ ساری نمازیں باجماعت پڑھیں۔ صبح وہاں ایک اہلحدیث مولوی آ گیا جو اُس شہر میں آٹا پیسنے کی مشین کا کام کرتا تھا۔ اُس سے دلچسپ بحث ہوئی۔ اُس نے ڈینگ ماری کہ ہمارے دس سال کے بچے کے سامنے احمدی کی چیں بول جاتی ہے۔ ہم نے اُسے للکارا کہ تم تو چالیس سال کے ہو۔ آؤ اور ہم سے مباحثہ کر لو۔ ہمارے دلائل کے آگے ٹھیک سے جواب نہ دے سکنے پر سرائے کے مالک اور دوسروں نے اُسے خوب شرمندہ کیا۔ ہم نے دعوت الی اللہ کا موقع ملنے پر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کیا۔

گھر میں کنواں کھودا

مکیریاں کے قیام کی ایک اور بات یاد آ گئی۔ مخالفت زوروں پر تھی مگر ہم ڈٹے ہوئے تھے۔ آخر مخالفوں نے ایک تدبیر سوچی کہ ان کا پانی بند کر دیا جائے۔خود ہی بھاگ جائیں گے۔تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی ہوئی۔ ایک ہندو دوست نے اپنے گھر سے پانی لینے کی

اجازت دے دی۔ ہم مٹی کی مٹکی لے کر جاتے اور ضرورت کا پانی بھر لاتے۔ اُن کو ہمارا آرام سے پانی حاصل کر لینا گوارا نہ تھا جب ہم مٹکی لے کر جا رہے ہوتے تو کوئی پتھر یا ڈنڈا مار کے مٹکی پھوڑ دیتے پانی بہہ جاتا اور کپڑوں کا ستیاناس ہو جاتا۔ پانی کے بغیر تو چارہ نہ تھا ہم نے گھر میں بڑی محنت سے کنواں کھودا۔ کچا سا کنواں تھا اس میں سے پانی نکال کر سنبھال لیتے۔ یہ کنواں ایک دیوار کے ساتھ تھا۔ مخالفین نے اب یہ طریق اختیار کیا کہ دیوار پر سے گندی سڑی چیزیں کنوئیں میں پھینک دیتے جس سے بہت تکلیف ہوتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے دل میں ہماری ہمدردی ڈالی اُس نے ایک ماشکی کو کہا کہ وہ ہمیں پانی دے دیا کرے۔ اس طرح یہ مسئلہ حل ہوا۔

مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب

کیریاں ہی کی بات ہے مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب (سیشن جج) بھی عارضی وقف کے لئے تشریف لائے۔ ایک دن سڑک پر ہی ایک مسلمان کو روک کر اپنے انداز میں تبلیغ شروع کر دی۔ بات کرتے کرتے یہ کہا کہ اس زمانے کے علماء کو اچھا نہیں کہا گیا یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کھانے والے بھیڑیے نے حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ اگر میں نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہو تو چودھویں صدی کے علماء میں اُٹھوں۔ مخاطب نے اس روایت کا حوالہ طلب کر لیا۔ چودھری صاحب اُسے گھر لے آئے آ کر کتاب دیکھی تو حوالہ غائب چودھری صاحب کو علم نہ تھا کہ علماء سوء یہ حرکت بھی کرتے ہیں کہ کتابوں سے حوالے نکال دیں یعنی کتاب میں تحریف کر کے حوالہ نکال دیا گیا تھا۔ چودھری صاحب بڑے سادہ بہت مخلص انسان تھے میں نے خود اُن کے پاؤں میں چھالے دیکھے ہیں جو بہت کثرت سے چلنے کی وجہ سے تھے مگر تبلیغ میں ناغہ نہ کرتے آپ کی ذاتی وجاہت اور نیکی کا ہمیں بہت فائدہ ہوتا۔ لوگ اُن سے مشورے لینے آتے مجھے کھانا پکانے میں مہارت ہو گئی تھی۔ اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وہ افسران بالا اور بارسوخ آدمیوں کی دعوت کرتے اس طرح کافی مواقع بات چیت کے میسر آ جاتے۔ اور علاقے میں سہولت سے رہنے کی صورت بھی بن جاتی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے خوب کام لیتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

مولوی عبدالغفار غزنوی صاحب کو دعوت الی اللہ

کیریاں میں قیام کے دوران قادیان سے ناظر صاحب دعوت الی اللہ کی تار ملی کہ آپ کی والدہ صاحبہ بیمار ہیں جلدی قادیان پہنچ جائیں۔ تیزی سے اسٹیشن پہنچا مگر جالندھر کے اسٹیشن پر رش کی وجہ سے سوار نہ ہو سکا کسی دوسری ٹرین میں دو گھنٹے کا وقفہ تھا۔ میں نے سوچا نہ جانے پھر کب آنا ہو۔ چلو کسی کو تبلیغ کے لئے تلاش کریں۔ اس نیت سے نظر اُٹھائی تو ایک لمبا اونچا خوبصورت وجیہہ خوش پوش ہاتھ میں نفیس چھڑی سر پر رومی ٹوپی شہزادوں کی سی آن بان لئے ایک شخص نظر آیا پہلے تو میں اپنی رَو میں اُس کی طرف بڑھا۔ پھر سوچا ایسا نہ ہو کوئی نواب شواب ہو بُرا ہی مان جائے۔ اندر سے نفس نے دھکا دیا ظاہری رعب داب سے ڈر گئے دعوت الی اللہ میں خوف کیسا؟ آگے بڑھ کے دعا سلام کے بعد قادیان والے مرزا صاحب کا تعارف کروایا۔ کہ ایک شخص امامِ جہاں بنایا گیا ہے۔ اُس نے بے ساختہ کہا:

آپ کی مراد مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے؟

جی ہاں آپ ہی کا ذکر ہے۔

''اوہ میں تو اُنہیں دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''

اُس نے بہت رعونت سے کہا۔ میں نے دلیری سے کہا یہ دائرہ آپ نے کھینچا تھا یا آپ کے والد صاحب نے۔ اسٹیشن تھا سواریاں فارغ تھیں سب جمع ہو گئے۔ لوگوں کی گفتگو میں دلچسپی بڑھ رہی تھی ہندو، سکھ، مسلم دلچسپی سے سُن رہے تھے۔ اُس نے یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نے پچاس کتابیں لکھنے کا وعدہ کیا قیمت بھی لے لی اور صرف پانچ لکھ کر کہہ دیا یہ پچاس کے برابر ہیں میں نے عرض کیا کہ جب فرض نماز پچاس سے پانچ رہ گئیں تو اعتراض نہ ہوا۔ مجمع دیکھ رہا تھا کہ ایک دُبلا پتلا غریب کمزور لڑکا ایک زبردست امیر آدمی پر بھاری پڑ رہا تھا۔ اس لئے اُس نے بات بدلتے ہوئے کہا:

آپ جانتے ہیں میں کون ہوں؟

میں نے کہا: آج پہلی ملاقات ہے۔

بڑی تمکنت اور رعونت سے کہا میں عبدالغفار غزنوی ہوں۔

میں نے کہا میں نے یہ نام سنا تو ہوا ہے مگر آپ پر صادق نہیں آتا۔

کیوں؟

اتنا بڑا لیڈر تو حوصلہ والا ہوتا ہے۔ مگر آپ کے منہ سے جھاگ نکل رہی ہے۔ شخصیت کا رُعب ڈال رہے ہیں۔

اُس کے تیور ایسے بگڑے کہ دھکے دینے لگا۔ پھر میرا حشر یہ ہوا کہ کبھی کوئی دھکا دے رہا ہے، تو کبھی کوئی۔ وہاں جو سکھ کھڑے تھے اُن میں سے کسی نے کہا جب اس کی بات کا جواب نہیں دے سکتے تو دھکے کیوں دیتے ہو؟ پانچ سکھ مجھے اپنے ساتھ لے کر وہاں سے ہٹ گئے میں نے اُن کو بھی دعوت الی اللہ کی۔ الحمد للہ۔

گالیاں سُن کر دعا دو

دورہ کرتے کرتے ترنتارن چلے گئے۔ وہاں ایک گوردوارہ کے سامنے ایک تعلیم یافتہ مذہبی مزاج کے ڈاکٹر کو تبلیغ کی۔ اُس نے کہا کہ بھائی میرے گھر کے پاس ایک درزی رہتا ہے۔ اُس کو بھی آپ کے عقائد سننے کا شوق ہے اگر آپ اجازت دیں تو اُس کو بلا لاؤں۔ میں نے کہا ہم تو آئے ہی اسی غرض سے ہیں ضرور بلا لیں۔ درزی آیا تو بے چارہ معذور تھا اُس کی دونوں ٹانگیں پیدائشی طور پر بہت کمزور تھیں وہ ہاتھوں کے بل چلتا ٹانگیں ساتھ گھسٹتی رہتیں اوپر کا دھڑ ٹھیک تھا۔ اُس سے طویل بات چیت ہوئی بازار تھا راہ چلتے لوگ بھی جمع ہو گئے۔ وفاتِ مسیح پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے اُس سے کہا اچھا فرض کر لو مسیح آ بھی جائیں اور آ کر مر جائیں۔ تو پھر لوگوں کو جن آیات سے آپ اُن کی وفات ثابت کریں گے وہ ہمیں قرآن کریم سے نکال کر دکھا دیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آ کر فوت ہوں اور دوسرے لوگ زندگی کی آیات ہی پیش کرتے رہیں۔ اس بات کا اُس پر عجیب اثر ہوا کچھ دیوانہ سا ہو گیا۔ مجھے موڑھے سمیت بازار میں پھینک دیا گیا۔ فحش گالیاں دی گئیں۔ لاجواب ہونے کے اقرار کا یہ عجیب انداز تھا۔ خدا کی شان سُننے والوں میں کچھ سکھ یاتری بھی تھے اُس کی خفت 'مار دھاڑ اور دھکم پیال دیکھ کر بولے:

میاں جی آپ کہاں سے آئے ہیں؟ آپ کا کمال حوصلہ ہے وہ گالیاں دے رہا ہے اور آپ ٹھنڈے دل سے اُسے سمجھاتے جا رہے ہیں۔

ایک سکھ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم چل پڑے۔ اگرچہ اُس کی گالیاں سُن کر طبیعت منغّض ہو رہی تھی تاہم جو سکھ ہاتھ لگے اُنہیں خوب تبلیغ کی اور بتایا کہ مزاج میں یہ نرمی ہمارے مسیحا کی تعلیم ہے۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو

میلے میں مار

قول پور چھنیاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر ایک گاؤں گگن ناتھ کاٹلہ ہے وہاں سال میں ایک دفعہ میلہ لگتا تھا۔ ہر مذہب ملت کے لوگ آتے تھے میں نے اور مرزا عبداللطیف صاحب نے میلہ میں تبلیغ اور ٹریکٹ تقسیم کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہم نے دیکھا کہ چار پٹھان اپنے کام سے تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ ہم بھی بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے کہ قادیان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نشانیاں بتائی تھیں سب پوری ہو گئی ہیں۔ اپنے طور پر ہم اُنہیں سمجھا رہے تھے مگر یکدم ایک پٹھان نے میری گردن دبوچ لی اور کہا ''خوتم ایک اور نبی کو مانتا'' میں نے اُسے بمشکل سمجھایا کہ انگریز کا راج ہے میلے میں پولیس بھی آئی ہوئی ہے آپ کو زیادتی کا بدلہ ملے گا۔ تب بہت جلدی وہ کہنے لگے بھائی صاحب معاف کر دیں اور باتیں سنائیں پھر ہم نے جی بھر کے باتیں سنائیں۔ مگر اُن کو دست درازی کی جرأت نہ ہوئی۔

قصہ عربی پیر کا

کیریاں میں دعوت الی اللہ کے لئے قیام کے دوران ہماری قیام گاہ کے بالکل پڑوس میں ایک عربی آیا۔ وہ شخص اصل عربی نہ تھا بلکہ لباس عربوں جیسا پہنتا تھا۔ سارا محلہ اُس کا مرید تھا وہ ہر سال آتا لوگوں سے نذر نیاز وصول کرتا تھا۔ جب اُسے ہمارے بارے میں علم ہوا تو اُن کے سامنے ڈینگیں مارنے لگا کہ یہ لوگ تو جاہل ہیں۔ جھوٹے ہیں۔ تنخواہ لیتے ہیں اس کام کی وغیرہ وغیرہ۔ ایک شخص نے جو ہمارے پاس آیا تھا یہ سارا قصہ سنایا۔ میں نے اُسے کہا کہ شام کو آپ اُس کے پاس آ کر بیٹھنا۔ میں بھی آؤں گا مگر اُسے علم نہ ہو کہ مجھے آپ وہاں لے کر آئے ہیں۔ وہاں سارا محلہ ہمارا واقف تھا ہم اگرچہ ایک ماہ تبلیغ کے لئے وقف کرتے تھے۔ مگر کئی سال آنے جانے سے بہت لوگ شناسا ہو گئے تھے۔ شام ہوئی تو میں اُن کے گھر گیا اور کہا سنا ہے پیر صاحب آئے ہوئے ہیں ہم بھی نیاز حاصل کرنے آئے ہیں۔ پیر صاحب نے ہمیں جگہ دی اور تپاک سے ملے۔ اب گفتگو شروع ہوئی ہم نے عربی کے علمی افاضہ کے لئے چند باتیں کیں تو وہ گھبرائے اُن کو علم سے کیا واسطہ تھا وہ تو کاہلواں کے قریب کے گاؤں کوٹلی راول کے راول تھے اور مانگنے والے تھے۔ پندرہ بیس منٹ کی گفتگو سے اس قدر برافروختہ ہوئے کہ اُن کے میزبان بھی گھبرا گئے۔ پیر صاحب کی حالت سے حیران ہو کر وہ مجھے چلے جانے کو کہنے لگے۔ میں نے کہا پیر صاحب! آپ تو عربی ہیں اور عربوں کے حوصلے تو بہت بلند ہوتے ہیں

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

مگر اب تو عربی پیر کی قلعی کھل چکی تھی۔ میں نے جاتے جاتے اُسے کہا کہ تم نے یہ کیا منافقانہ صورت بنا رکھی ہے۔ دھوکہ دہی سے رزق کماتے ہے۔ صبح ہوئی تو پیر صاحب غائب تھے۔ میرے ساتھی نے بڑا لطف اٹھایا۔ اس کے بعد ہم جب بھی گئے پیر صاحب کو کبھی نہیں دیکھا۔

ویرو وال میں دعوت الی اللہ کے دوران رام لیلا دیکھنے کا واقعہ

ویرو وال کے لئے ایک ماہ وقف کے میدان میں ہمارے امیرالمجاہدین مکرم خان عبدالمجید خان صاحب (والد محترم آپا طاہرہ صدیقہ ناصر صاحبہ) تھے ان کے چھوٹے بھائی مکرم حفیظ خان صاحب کی لالہ سرن داس بھنڈاری سے دوستی تھی۔ ایک دن وہ آئے اور کہنے لگے بھائی جی! چلیں آپ کو رام لیلا دکھلائیں۔ میں نے انکار کیا کہ اب اصل قصہ تو پیش نہیں کرتے لغو کہانی دیکھنے سے کیا فائدہ مگر اُنہوں نے بہت اصرار کیا۔ اور کہا کہ آپ وہاں اس سے زیادہ ذکر الٰہی کر لیں گے جتنا آپ نے یہاں کرنا ہے میں اُن دونوں کے ہمراہ گیا جلدی سے مجلس میں بیٹھ گیا تا کہ کوئی مجھے وہاں دیکھ نہ لے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ عجیب عجیب مذاق کے وہاں جمع تھے حیران ہوا کہ دیکھنے تو ایک خدا کے بزرگ مقرب کی زندگی اور پاکیزہ سیرت آئے ہیں مگر اوباش صورت لوگ ہیں۔ اچھے اچھے امیر وضع سفید ریش لوگ ارد گرد کے مکانوں کی چھتوں سے عورتوں کو تاڑ رہے ہیں۔ فحش گانے گا رہے ہیں۔ میری تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دل ایسا دُکھا کہ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ارد گرد کے لوگ مجھے قدرے حیرانی سے گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ تماشا شروع ہوا۔ رام چندر جی جب بن باس میں ہیں تو ایک ندی پار کرنے کے لئے کشتی میں بیٹھتے ہیں اور اُجرت میں ملاح کو اپنی پیاری بیوی کی بے حد قیمتی انگوٹھی اُتار کر دیتے ہیں۔ میں حیران ہوا کہ ایک تو بادشاہ ہے بادشاہ کا بیٹا ہے دوسرے قوم کا رشی بھی ہے مگر پاس پیسہ دھیلہ نہیں ورنہ بیوی کی انگوٹھی اُتروا کر نہ دیتا۔ جس بات نے بہت متاثر کیا وہ ملاح کی ذہانت اور نیک نفسی تھی۔ اُس نے انگوٹھی جیسی قیمتی چیز نہ لی اور کہا میں اُجرت نہیں لوں گا۔ ہاں آج ایک ندی میں نے آپ کو پار کروائی ہے جس دن مجھے ایک ندی پار کرنے کے لئے آپ کی ضرورت ہو گی تو آپ میری مدد کیجئے۔ میری تو چیخیں نکل گئیں۔ لوگوں نے میری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ بعد میں بہت عرصے تک میری طبیعت پر اس کا اثر رہا۔ پھر جب بھنڈاری صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا بھنڈاری جی! آپ نے کیا دیکھا جواب دیا کھیل تماشا، روپ بہروپ، رنگ روپ پھر میں نے اُس کو اصل حقیقت سمجھائی کہ کس طرح کسمپرسی کے زمانے میں رام چندر جی صابر شاکر رہے۔ دوسرا علاج کی زیر کی دنیاوی دولت ترک کر کے اصلاحِ احوال اور اُخروی زندگی کا فکر کیا۔ میرے بیان میں ایسا درد اور اثر تھا کہ بھنڈاری صاحب بھی رونے لگے۔

ویرووال کے شدید معاند کو دعوت الی اللہ کا موقع

ایک دن مکرم عبدالمجید خان صاحب مجھے اپنے ساتھ باغ لے گئے وہاں دو آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا خان صاحب یہ کون ہیں۔ آپ نے بتایا مہر ابراہیم صاحب ہیں جو احمدیت کے شدید مخالف ہیں مگر خدا تعالیٰ نے ان کے بیٹے مہراللہ دِتہ صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی ہے۔ مگر انہوں نے اُس پر وہ ظلم توڑے کہ الاماں گھر سے نکال دیا۔ بیوی چھین لی۔ جائیداد سے بے دخل کر دیا اور اب وہ ’’میاں ونڈ‘‘ میں رہتا ہے۔ میں نے خان صاحب سے پوچھا میں ان سے احمدیت کے بارے میں کچھ باتیں کروں آپ نے فرمایا:

نہ ایسا نہ کرنا بڑا منہ پھٹ ہے اس نے ایک مبلغ کی زبان باہر نکال کر مار دینے کی دھمکی دی تھی۔ (وہ مبلغ مولوی روشن الدین صاحب تھے جن سے سارا دن کام لیا مگر کنوئیں سے پانی تک نہ پینے دیا) میں نے خدا سے دُعا کی خان صاحب سے بصد اصرار اجازت لی اور اُن کے پاس جا بیٹھا۔ پہلے تو ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر دینی باتیں شروع کر دیں اور جب دیکھا کہ وہ میرے ساتھ ہنسنے لگے ہیں اور میری باتیں اُن پر اثر انداز ہو رہی ہیں تو میں نے صداقتِ مسیح موعود پر قرآن و حدیث کی رُو سے باتیں شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ نے اُن کی ہدایت کا وقت بھی قریب رکھا ہوا تھا۔ غروب آفتاب تک وہ اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ کہنے لگے کہ بھائی مبلغ تو یہاں بہت آئے مگر آپ کا طرزِ استدال نرالا ہی ہے۔ اب شام ہو گئی ہے آپ صبح آٹھ بجے ہی تشریف لے آئیں پھر باتیں کریں گے کیونکہ میری کافی حد تک تسلی ہو گئی ہے۔ شکر ہے بعد میں اُنہوں نے احمدیت قبول کر لی۔

ان کے دوسرے بھائی بھی غالباً چراغ الدین نام تھا بے حد مخالف تھے اَن پڑھ تھے کان سے اونچا سُنتے تھے مگر اپنے بھائی کے ساتھ مل کر احمدی بھائی کو بہت دُکھ دیتے تھے۔ ایک دفعہ دریائے بیاس میں کشتی پر سوار اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کر رہے تھے کہ اچانک طوفان آ گیا کشتی ڈانواڈول ہو گئی۔ موت سامنے نظر آئی تو کہنے لگے دعا کرو ہم بچ جائیں اگر بچ گئے تو مرزا صاحب کو سچا مان لیں گے۔ کشتی کنارے لگی تو مکر گئے کہ کشتی تو لگنی ہی تھی کنارے پر۔ اگر تمہارا مرزا صاحب مشکل میں کام آ سکتے ہیں تو جاؤ اُن سے کہو میری ٹانگ توڑ دیں۔ خدا کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ اُن کی ٹانگ خراب ہو گئی۔ بے حد تکلیف میں بار بار کہتے یا اللہ اب ٹھیک کر دے مرزا صاحب کو ضرور مان لوں گا۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ اُس کی ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔ پھر ہر مجلس میں جہاں کہیں حضرت مسیح موعود کے خلاف بات ہوتی وہ برداشت نہ کرتے ٹانگ کی خرابی کے دوران لَٹھ لے کر چلنے کی عادت پڑی اس لٹھ کو وہ مخالف کے سر پر بھی مار دیتے بعد میں سُنا تھا احمدیت قبول کر لی تھی۔

اُردو میں جواب دیا اُردو نہیں جانتا

ایک دفعہ راستے میں ایک کشمیری مولوی صاحب کو آتے دیکھا سوچا انہیں تبلیغ کرنی چاہیے پاس جا کر سلام عرض کیا اور خیریت پوچھی۔ مولوی صاحب نے وعلیکم السلام کہا اور کہا کہ بالکل خیریت سے ہیں میں نے عرض کی آپ اردو بول سکتے ہیں؟ بڑی رواں اردو میں جواب دیا کہ میں تو اردو بالکل نہیں بول سکتا۔ مجھے بہت ہنسی آئی کہ اردو میں بات کرتے ہوئے کہتا ہے اُردو نہیں بول سکتا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں دراصل آپ سے جان بچانے کے لئے ایسا کہہ رہا تھا۔

میں نے دل میں کہا اب تو آپ کی جان نہیں بچ سکتی۔ فوراً سوال کیا کہیئے آپ کو مرزا صاحب کی صداقت پہ کیا اعتراض ہے؟

اُس نے کہا حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بادشاہت کرنی ہے، جزیہ لینا ہے، اُن کے ساتھ فوج ہو گی۔

میں نے کہا بادشاہ تو اپنی رعایا سے جزیہ لیتا ہے مگر مرزا صاحب کو ساری دنیا سے احمدی احباب شوق سے خود بخود چندہ دیتے ہیں۔ رہا سپاہی کا سوال تو ایک سپاہی مرزا صاحب کی فوج کا میں خود آپ کے سامنے کھڑا ہوں آپ نے خود بیان کیا ہے کہ آپ مجھ سے جھوٹ بول کر جان بچا رہے تھے اور بادشاہ کیا ہوتا ہے۔ مرزا صاحب کو تو شاہِ کونینؐ نے سلام فرمایا ہے۔ کہ جب آئے تو میرا سلام دینا۔ ہم آپ علیہ السلام کی دل سے اطاعت کرتے ہیں۔ اور اپنا دینی و دنیاوی بادشاہ مانتے ہیں۔ اُس پر کافی اثر ہوا۔

طلوع وغروب آفتاب

22 جنوری 2021ء

	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:41	18:04
مدینہ منورہ	05:45	18:00
قادیان	06:02	17:53
ربوہ	05:42	17:33
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:24	16:36